تفسیر ماتریدی
یا
تاویلات اهل السنہ

(۱۱)

محمد صغیر حسن معصومی

و قولہ : ''و کان من الکافرین،، اور کافروں (اللہ کے نافرمانوں) میں سے ہو گیا۔ یعنی (کافر) ہو گیاجیسے اللہ تعالی کا قول ہے : ''انہ کان فاحشۃ،، (النساء : ۲۲) بے شک وہ بدکاری تھی، نیز ''فکان من الغاوین،، (الاعراف : ۱۷۵) گمراھوں میں سے ہوا، بعض کہتے ھیں : اللہ تعالی کے علم میں تھا کہ وہ (ابلیس) جلد ھی کفر کرے گا۔

و قولہ : ''و قلنا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ،، اور ہم نے کہا اے آدم ! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رھو۔

ہم پیشتر یہ ذکر کر چکے ھیں (آیت پاک ''لھم جنات تجری من تحتھا الانھار،، کے تحت) کہ جنت ایسے قطعۂ (ارضی) کا نام ھے جو درختوں سے، قسم قسم کے پودوں اور پھل والے پیڑوں سے گھرا ھو۔ اسی طرح لوگوں میں یہ بھی مشہور ھے، اور یہ ظاھر ھے کہ ھر قطعۂ زمین کو بستان یا جنت نہیں کہتے تاوقتیکہ اس قطعۂ زمین میں وہ سارے درخت اور پودے نہ ھوں جن کا ھم نے ذکر کیا ھے۔

اب یہ معلوم نہیں کہ وہ جنت جس میں حضرت آدم و حوا علیھما السلام کو رھنے اور مقیم ھونے کا حکم دیا گیا تھا آیا وھی جنت ھے جس کا وعدہ اھل تقوی سے کیا گیا ھے یا دنیا کے باغوں میں سے ایک باغ تھا ؟

کیونکہ آیت شریفہ میں اس کا بیان نہیں ہے۔

آیت پاک میں اس بات کی دلالت موجود ہے کہ شرط کے ذکر میں کبھی اضمار (پوشیدگی) سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی ذکر کے بغیر شرط مذکور ہوتی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لا تجوع فیھا ولا تعری (طه : ١١٨) (اس جنت میں نہ تم بھوکے رہوگے نہ ننگے)، پھر بھوکے اور ننگے ہو گئے۔ یہ اس وقت ہوا جب خطا سرزد ہوئی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ترک معصیت جنت میں رہنے کے لئے شرط تھی۔

غرض اللہ تعالی کا حکم حضرت آدم اور ان کی بیوی کے لئے جاری رہا کہ جنت میں سکونت اختیار کریں، وہاں قیام کریں۔ اور دونوں کو جنت کے سارے درختوں کے پھل کھانے کا حکم تھا، البتہ ایک درخت سے ان دونوں کو منع کر دیا گیا کہ اس مخصوص درخت کا پھل نہ کھائیں اور حکم دیا گیا کہ اس سے باز رہیں۔ اللہ تعالی کا فرمان تھا: ''ولا تقربا ھذہ الشجرۃ،، اور تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ۔ اور یہی صورت ہے مبتلائے آزمایش کی کہ ایک چیز کا حکم دیا جاتا ہے اور ایک چیز سے منع کیا جاتا ہے۔

و قولہ: ''و کلا منھا رغدا حیث شئتما و لا تقربا ھذہ الشجرۃ،، اور تم دونوں جنت میں کشادگی اور آزادی سے کھاؤ جہاں اور جیسے چاہو اور اس (خاص) درخت کے قریب نہ جاؤ۔،،

''رغدا،، کا مفہوم ''سعۃ،، ہے۔ کہا جاتا ہے: ''ارغد فلان،، جب اس پر (روزی) کی کشادگی ہوتی ہے اور اس کے مال میں زیادتی ہوتی ہے۔

اور ''لا تقربا ھذہ الشجرۃ،، کا مفہوم ہے کہ اس درخت کا پھل نہ کھاؤ۔ اللہ تعالی کے قول ''و کلا منھا،، سے واضح ہے کہ نزدیکی تناول تک پہنچا دیتی ہے۔ اور لغت (زبان و اصطلاح) اس بات کا انکار نہیں کرتی کہ کسی شئی کو اس کے سبب کا نام دیا جائے،،۔

پھر اس (مخصوص) درخت کے بارے میں اختلاف ہے:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انگور کا درخت تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں شیطان کے لئے بڑا حصہ رکھا گیا ہے (اور اسی کا اثر ہے) کہ اس درخت کی وجہ سے حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام سے اپنے پروردگار کی نافرمانی سرزد ہوئی۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ درخت گیہوں کا پودا تھا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم و حضرت حوا علیہماالسلام اور ان کی اولاد کے لئے روز قیامت تک یہ غذا بنادیا گیا تاکہ یہ سبب اللہ تعالی کے حکم کے خلاف کرنے اور نافرمانی کرنے کی سزا و جزا کا اندازہ قیامت تک لگاتے رہیں۔

نیز کہا جاتا ہے کہ یہ درخت شجرہ علم تھا کیونکہ ان کی شرمگاہ کے ظاہر ہونے سے ان دونوں کو ان کا علم ہوا، پہلے وہ (ایک دوسرے) کی شرمگاہ کا علم نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ''بدت لھما سوآتھما،، (الاعراف : ۲۲) دونوں کی شرمگاہیں ان کے لئے ظاہر ہو گئیں۔ واللہ اعلم۔

اس ''شجرۃ،، کی ماہیت کے بارے میں کچھ کہنا بغیر وحی کے طریقے کے کسی طرح جائز نہیں، اور اس ''شجرے،، کے بارے میں کوئی وحی نہیں آئی، پس ایسی (قیاسی) باتوں پر کس طرح یقین کرنا جائز نہیں۔

نیز اس درخت کے تناول کرنے سے منع وارد ہونے کی کئی وجہیں بیان کی جاسکتی ہیں:

۱۔ اس پر دوسرے کو ترجیح دینا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی شئی کے کھانے سے اس لئے منع کیا جاتا ہے کہ اس کی جگہ دوسرے کو اختیار کیا جاتا ہے۔

۲ - کسی چیز کے کھانے سے منع کرنے کی وجہ کوئی بیماری ہو سکتی ہے جس سے ضرر پہنچنے کا ڈر ہو، ترجیح کی بنا پر منع وارد نہ ہوا ہو بلکہ اس پر رحم کھانے اور شفقت کے اظہار کے لئے (منع وارد ہوا ہو)۔

۳ - کسی شے کو کھانے سے منع کرنا حرمت کی بنا پر ہوسکتا ہے۔

جب یہ باتیں ممکن ہیں تو ہو سکتا ہے کہ آدم و حوا علیہما السلام کو اس کے کھانے پر اکسایا گیا ہو کیونکہ انہیں شبہہ ہوا اور وہ منع کرنے کی حقیقت کو جان نہ سکے کہ آیا یہ منع حرمت کی وجہ سے ہے، غیر کو اس پر ترجیح دینے کی وجہ سے ہے یا کسی بیماری کی وجہ سے ہے؟ اس لئے اگر دونوں کو علم ہوتا کہ یہ منع حرمت کی وجہ سے ہے تو دونوں ہر گز ہرگز نہ کھاتے اور کبھی تناول نہ فرماتے۔ و باللہ التوفیق!

اس آیت مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ انسان جب عیش و آرام اور خوشی کی حالت میں ہوتا ہے تو شیطان لعین پر اس کا عیش نہایت گراں گزرتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم و حضرت حوا علیہماالسلام کے دلوں میں اس نے وسوسہ ڈالا تاکہ دونوں کی یہ خوشی کی حالت ان سے دور ہوجائے۔

انسان کو کشائش اور آرام کی زندگی دی جاتی ہے ابتلا و آزمایش کے لئے، بعد میں اپنے ہاتھوں کے کئے ہوئے کرتوتوں کی وجہ سے سختیوں اور مصیبتوں کا شکار ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم (سورۃ الشوری، ۳۰) اور جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں سے تم کو پہنچتی ہے۔

یہ آیت مبارکہ بعض تقشف اختیار کرنے والوں اور مذہبی باتوں میں سختی کرنے والوں کا، جو اچھی چیزوں اور زینت اور حلال آرائش کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں، رد کرتی ہے۔

و قوله : ''فتكونا من الظالمين،، پس دونوں ظالم (حد سے گذرنے والے) ہو جاؤ گے۔ یعنی اپنا نقصان کرنے والے ہو جاؤ گے، اس لئے کہ ہر ظالم اپنے کو دونوں جہان (دنیا اور آخرت) میں نقصان پہنچاتا ہے (ظلم کا انجام ظلم کرنے والے کی طرف لوٹتا ہے)۔

و قوله : ''فازلهما الشیطن عنها،،۔ تو شیطان نے ان دونوں کو جنت سے دور کردیا۔ یعنی ان دونوں کو دعوت دی اور اس طرح ابھارا کہ ان سے لغزش سرزد ہوئی، جو جنت سے نکلنے کی موجب ہوئی۔ یہ بات نہ تھی کہ شیطان ان دونوں کے نکالنے اور لغزش میں ڈالنے پر قدرت و اختیار رکھتا تھا۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں (۱) کہ اشیاء کا نام ان کے اسباب کے نام پر ہوتا ہے یا اسباب کو اشیاء کے نام سے پکارتے ہیں، ہر زبان کی لغت میں یہ ظاہر اور معروف ہے اور کسی شئی کو اس کے سبب کے نام سے ذکر کرنا ممتنع نہیں ہے۔

لوگوں نے اس پر بھی کلام کیا ہے کہ اس ''شجرہ،، سے آدم علیہ السلام کو کیا ملا، اور اس سے منع کرنے کی کیا وجہ تھی؟ چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس درخت کو انھوں نے کھایا اور اللہ کے ذکر سے نسیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عہد کو بھول گئے۔ کچھ دوسرے لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے۔

حضرت حسن بصری نے چند وجوہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان کو 'نسیان تضییع'، اور 'اتباع ہوا' سے تعبیر کیا ہے 'نسیان ذکر' سے نہیں۔

ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس نسیان سے جو ترک ذکر ہے عفو جاری ہوا، اس نسیان پر عصیان کا اطلاق نہیں ہوتا، حالانکہ آدم علیہ السلام کو عصیان کا مرتکب قرار دیا گیا اور اس کی سزا دی گئی۔ چنانچہ

(۱) ''ولا تقربا هذه الشجرة'' کی تفسیر کے تحت گذر چکا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: و عصیٰ آدم ربہ فغوی (سورۃ طٰہٰ: ۱۲۱) آدم عنیہ السلام نے اپنے پروردگار کے حکم کو نہیں مانا اور وہ گمراہ ہوئے ساتھ ہی ان کو ظالم قرار دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فتکونا من الظالمین،،۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آدم عنیہ السلام کے دشمن نے ان کو یاد دلایا کہ وہ بھولے ہوئے تھے، چنانچہ اس نے ان سے کہا ''آپ دونوں کو آپ کے رب نے اس درخت سے منع نہیں کیا (الاعراف: ۲۰) الآیۃ۔ پھر اللہ تعالیٰ کا قول ہے: و قاسمھما (الاعراف: ۲۱) اور شیطان نے ان دونوں کے آگے قسم کھائی۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''فدلاھما بغرور،، (الاعراف: ۲۲) پھر دھوکے سے ان دونوں کی (غلط) رہنمائی کی،،۔

''اگر نسیان ذکر،، ہوتا تو ہرگز دونوں قسم سے دھوکا نہ کھاتے اور نہ گمراہ ہوتے۔ اور نہ یہ بیان کیا جاتا کہ شیطان نے ان دونوں کو لغزش میں ڈالا۔ وغیرہ وغیرہ۔

پس یہ بات ثابت ہے کہ یہ ''نسیان تضییع،، تھا (اور اتباع ہوا تھی) اور یہ نسیان اسی معنے میں استعمال ہوا ہے جس معنے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ''و کذلک الیوم تنسی،، (طٰہٰ: ۱۲۶) اور اسی طرح تم آج بھلادئیے جاؤ گے۔ نیز اللہ کا قول ہے: ''فالیوم ننساھم کما نسوا لقاء یومھم ھذا،، (الاعراف: ۵۱) تو آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا کہ انھوں نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلا دیا۔ اسی طرح کی مزید آیتیں ہیں جن میں نسیان کا ذکر ہے اور یہ نسیان ضائع کرنے کے معنے میں ہے۔ ''نسیان تضییع،، اس لئے نام رکھا گیا کہ ہر بھولی ہوئی چیز متروک ہوتی ہے، اور لازم کو ترک کرنا ضائع کرنا ہے، یا یہ نام اس لئے ہے کہ (ص: ۱۱۱) اللہ تعالیٰ کی حلال نعمت سے غفلت برتی گئی اور اس کو بھلا دیا گیا۔ اس لئے یہ نام دیا گیا۔ ازیں قبیل مومن کے گناہ کو حلال کردہ اشیاء سے ناداشتگی کی وجہ سے گناہ کہا

جاتا ہے نہ کہ اپنے فعل کی حقیقت کو نہ جاننے کی وجہ سے۔

یا "لسان تصبیح،، اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے مقصود پروردگار کی نافرمانی نہیں تھی۔ یا دوسرے لفظوں میں شیطان کی اطاعت نہ تھی۔

نسیان کی حقیقت کو تو نہیں البتہ اس کے بعض وجوہ کی اسی طرح تعبیر بیان کی جا سکتی ہے ، جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ آدم علیہ السلام نسیان کے مرتکب ہوئے تو وہ لوگ نسیان کا مفہوم چند طریقوں سے بیان کرتے ہیں :-

۱۔ چونکہ آدم علیہ السلام اور ان کے دشمن کے درمیان کثرت سے باتیں ہوئیں اور بار بار افہام و تفہیم کی نوبت آئی اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کا دل اس طرف متوجہ ہوا کہ شیطان کے فریب کا کس کس طرح دفاع کیا جا سکتا ہے اور ان اسباب پر غور کرنے لگے جن سے اس کے مکر و فریب سے نجات حاصل ہوجائے۔ اور اس کی مکاریوں سے چھٹکارا مل جائے۔ یہاں تک کہ (ان افکار و خیالات میں) اپنے عہد کو بھول گئے۔

۲۔ دوسری وجہ کثرت اشغال ہے جو آنکھوں دیکھی چیزوں سے اوہام و افکار کو دور کر دیتی ہیں، (یہاں نسیان (درحقیقت) امور میں حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے اور عفو و درگزر کا سبب ہے، کیونکہ نسیان کا مرتکب حکمت سے باہر نہیں ہوتا۔ اور اس مثال میں یہ بات معلوم ہے کہ جو شخص کسی کام میں منہمک ہے اور اس کی نگہبانی اور خیال میں لگ جاتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے اور اگر دوسری مشغولیتوں کے ساتھ اس کو انجام دینا چاہتا ہے تو مشکل پیش آتی ہے بلکہ بسااوقات یہ کام خفا میں پڑ جاتا ہے (اور اس سے غفلت طاری ہوجاتی ہے)۔

حضرت آدم علیہ السلام کے عتاب کے جواز اور ان کی عصیان کو عصیان سے تعبیر کرنے کی چند وجہیں بیان کی گئی ہیں :

پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام طرح طرح کے آزمایشوں میں مبتلا نہیں کئے گئے تھے، اگر ایسا ہوتا تو ان کے لئے یاد رکھنا مشکل ہوتا ۔ آزمایش صرف ایک تھی کہ ایک خاص درخت کو اشارہ کرکے بتایا گیا کہ اس سے دور رہیں ۔ ایسی حالت میں جایز ہے کہ انہیں معذور نہ سمجھا جائے ۔

ص ۱۱۲ ۔ اسی طرح نسیان کا عذر ایسی مثالوں میں اس وقت قابل قبول ہوتا جب کہ اس قسم کے واقعات کثرت سے ہوتے اور ان میں مبتلا کئے جاتے ۔

چنانچہ نماز کی حالت میں سلام کرنا قابل عذر سمجھا جاتا ہے ۔ اسی طرح جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ پڑھنا قابل معافی ہے اور اسی طرح بہت سی مثالیں ہیں ۔ البتہ نماز کی حالت میں کھانا یا حج کے موقع پر بیوی سے ہم بستری وغیرہ قابل عذر نہیں ۔ زیر بحث صورت میں یہی حکم ظاہر ہے ۔